بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُسلم قادیانی اختلاف کی حقیقت

ملک غلام علی

مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان جو وسیع اور ناقابلِ عبور اختلاف کی خلیج حائل ہے اور جس کی بنا پر سرزمین پاکستان میں بار بار تصادم اور خونریزی کے واقعات رونما ہو رہے ہیں، اسے سمجھنے اور اس کی صحیح نوعیت متعین کرنے کی کما حقہ کوشش نہیں کی جاتی۔ بالعموم دانستہ یا نادانستہ طور پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ محض فرقہ وارانہ منافرت (SECTARIAN HATRED) کا ایک شاخسانہ ہے اور اسے محض امن و امان اور نظم و ضبط (LAW & ORDER) کی سطح پر رکھ کر اور فریقین کو طاقت سے دبا کر حل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جھگڑا اہلِ اسلام کے دو گروہوں اور اُمتِ مسلمہ کے دو فرقوں کا جھگڑا نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیاد ایک شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) کے ایسے دعووں پر قائم ہے جو دعوے اس مدّعی کے نزدیک قرآنی وحی کے مانند قطعی اور یقینی ہیں اور ان دعووں کو تسلیم نہ کرنے والا قطعی کافر اور خارج از اسلام ہے۔ دوسری طرف عامۃ المسلمین کے نزدیک اس طرح کا دعویٰ کرنے والا اور اسے تسلیم کرنے والا دونوں کافر ہیں۔ چنانچہ یہ اختلاف فرقہ وارانہ نہیں بلکہ کفر و اسلام کا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی حقیقی نوعیت واضح کرنے کے لیے درج ذیل تصریحات قابلِ ملاحظہ ہیں:

مرزا غلام احمد کی وحی پر ایمان | اپنی وحی و الہام کے متعلق مرزا غلام احمد کا موقف ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر۔ اور جس طرح قرآن شریف کو حقیقی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں کیوں کہ اس کے ساتھ الٰہی چمک اور نور دیکھتا ہوں اور اس کے ساتھ خدا کی قدرتوں کے نمونے

پاتا ہوں "۔

(حقیقۃ الوحی، از مرزا غلام احمد صفحہ ۲۱۱ - بک ڈپو - تالیف و اشاعت، قادیان، دسمبر ۱۹۳۴ء

تاریخ اشاعت بار اوّل ۱۵ر مئی ۱۹۰۷ء)

"میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے"۔

(ایک غلطی کا ازالہ، مرزا غلام احمد، صفحہ ۸)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد اور جو شخص مرزا غلام احمد کو سچا سمجھتا ہے اس کا ایمان الہامات مرزا اور وحی مرزا پر اسی طرح یقینی اور قطعی ہے جس طرح قرآن مجید اور دوسری کتب الٰہیہ پر ہونا چاہیئے اور اس کے نزدیک ان الہامات اور وحی کو جھٹلانا قرآن مجید کو جھٹلانا ہے۔ یہ ارکان ایمان میں کھلا اضافہ ہے جو مرزا غلام احمد نے کیا ہے۔ اس اضافے کے بل پر اور اس کے نتیجے میں ارکان ایمان (ARTICLES OF FAITH) میں جس طرح مرزا صاحب نے ترمیم و تنسیخ کی ہے، اب وہ ملاحظہ فرمایئے:

ایمان بالآخرۃ میں تحریف | اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی دوسری سورۃ "البقرۃ" کے شروع ہی میں پرہیزگار مومنوں کی صفات بیان فرماتا ہے۔

"اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔

(ترجمہ:۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف اُتاری گئی اور جو تم سے پہلے نازل ہوئی اور وہ آخرت (قیامت) پر یقین رکھتے ہیں")۔

ظاہر ہے کہ یہاں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے پہلے نازل ہونے والی تعلیم آسمانی پر ایمان لانے کا ذکر ہے اور بعد میں کسی نازل ہونے والی تعلیم کا ذکر نہیں اور مرزا غلام احمد بھی ۱۹۰۶ء تک اس آیت کا یہی مفہوم لیتے تھے۔ چنانچہ ان کی سورہ بقرۃ کی جو تفسیر ادارہ المصنفین ربوہ نے چھاپی ہے، اس کے صفحہ ۱۱ پر یہ عبارت موجود ہے۔

"........ وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کی ہے اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل

ہو اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں"

تقریباً یہی ترجمہ اس تفسیر کے صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۶۰ پر بھی ہے جس میں" آخرت پر یقین رکھتے ہیں" کے الفاظ ہیں، لیکن بعد میں دوسرا الہام آ گیا جس نے اس آیت کا مفہوم ہی بدل کر، بلکہ اُلٹ کر رکھ دیا۔ فرمایا:

" آج میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلی وحی پر ایمان لانے کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ ہماری وحی پر ایمان لانے کا ذکر کیوں نہیں۔ اس امر پر توجہ کر رہا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکایک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیہ کریمہ وَالذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک و بالآخرۃ ھم یوقنون میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے۔ ما انزل الیک سے قرآن شریف کی وحی اور ما انزل من قبلک سے انبیاء سابقین کی وحی اور آخرت سے مراد مسیح موعود کی وحی ہے۔ آخرت کے معنی ہیں پیچھے آنے والی۔ وہ پیچھے آنے والی چیز کیا ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنے والی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہو گی۔ کیونکہ اس سے پہلے وحیوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ دوسری وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نازل ہوئی اور تیسری وہ جو آپ کے بعد آنے والی تھی"۔

(تفسیر سورہ بقرہ مذکورہ بالا ص ۶۳ منقول از ریویو آف ریلیجنز جلد ۱۴ نمبر ۳، ۴ بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء ص ۱۶۴ حاشیہ)۔

قادیانیوں کے شائع کردہ انگریزی ترجمۂ قرآن جس پر چند ماہ پہلے بلوچستان میں خاصے ہنگامے ہو چکے ہیں، اس میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ بعض قادیانیوں یا مسلمانوں کا خیال تھا کہ یہ ترجمہ مترجم کی اپنی ایک نئی اپج یا ایجاد ہے۔ حالانکہ اس کی بنیاد مرزا غلام احمد کے الہام و القاء پر ہے جو ان کے بقول وحی قرآنی کی طرح قطعی اور یقینی ہے۔ اور جو ہم مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید میں تحریف ہے۔

ایمان بالملائکہ میں تحریف کتاب اللہ پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان اور عقیدے میں مرزا غلام احمد کی ترمیم اور حذف و اضافہ کے بعد اب ہم ملائکہ یعنی اللہ کے فرشتوں پر ایمان کو لیتے ہیں جو ارکان ایمان میں شامل ہے۔ مرزا غلام احمد اسی سورہ بقرہ کی تفسیر میں ذرا آگے چل کر آیت ۱۳۱ کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ اس

آیت میں سوال و جواب مذکور ہے، جو خلافت ارضی کے لیے حضرت آدمؑ کی تخلیق کے وقت اللہ اور اس کے فرشتوں کے مابین ہوا۔ ملائک کے زیر عنوان مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

"سو وہ اشیاء خارجیہ جو ہماری روحانیت پر اثر ڈال کر شمس اور قمر اور عناصر کی طرح جو اغراض جسمانی کے لیے ممد ہیں، ہماری اغراض روحانی کو پورا کرتی ہیں، انہی کا نام ہم ملائکہ رکھتے ہیں۔"

(تفسیر سورہ بقرہ مذکورہ بالا، ص ۱۰۱ منقول از "آئینہ کمالات اسلام" ص ۱۳۴-۱۳۵ حاشیہ)۔

"قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے فرشتے نجوم اور شمس اور قمر اور آسمان کے لیے جان کی طرح ہیں اور قیام اور بقا ان تمام چیزوں کا فرشتوں کے تعلق پر موقوف ہے اور ان کے ارجاء کی طرف کھسک جانے سے تمام اجرام ستاروں اور شمس و قمر اور آسمان کو موت کی صورت پیش آتی ہے تو پھر اس صورت میں وہ جان کی طرح ہوئے یا کچھ اور ہوئے۔"

(تفسیر سورہ بقرہ مذکورہ بالا، صفحہ ۱۰۱ منقول از "آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ حاشیہ)۔

"قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہیں جن کو نفس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے اور جیسے کواکب اور سیاروں میں باعتبار ان کے قالبوں کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں ایسا ہی اُن کے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذنِ حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور یہی نفوسِ نورانیہ کامل بندوں پر بشکل انسانی جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تقریر از قبیل خطابیات نہیں بلکہ یہ وہ صداقت ہے جو طالب حق اور حکمت کو ضرور ماننی پڑے گی۔"

(تفسیر سورہ بقرہ مذکورہ بالا، صفحہ ۱۱۳، منقول از توضیح مرام ص ۴۳-۴۵)۔

"بعض مقامات قرآن شریف میں اجسام کے ہر یک ذرہ پر بھی ملائک کا نام اطلاق کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ سب ذرات اپنے رب کریم کی آواز سنتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو اُن کو حکم دیا گیا ہو۔ مثلاً جو کچھ تغیرات بدن انسان میں مرض کی طرف یا صحت کی طرف ہوتے ہیں۔ ان

تمام مواد کا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق آگے پیچھے قدم رکھتا ہے۔"

"تفسیر سورہ بقرہ مذکورہ بالا صفحہ ۱۱۴) منقول از توضیح مرام صفحہ ۴۳ - ۴۵)۔

دوسرے لفظوں میں بقول مرزا فرشتوں کا وجود بس اتنا اور اس قدر ہے کہ وہ اجرام سماویہ افوائے کائنات اور اجسام انسانی میں روح اور جان کا کام دیتے ہیں۔ اجرام و عناصر قالب ہیں اور فرشتے ان قوالب میں ارواح ہیں۔ سورج، چاند اور آسمان اس بنا پہ ذی روح ہیں اور یہ روح اگر نکل یا کھسک جائے تو کائنات کی جان نکل جائے۔ یہ ایمان بالملائکہ کے عقیدے میں صریح تحریف ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر فرشتوں کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ اجسامِ بشریہ اور اجرام فلکیہ میں جان کی حیثیت رکھتے ہیں تو پھر کلامِ الٰہی کے ساتھ ان کے انبیاء پہ نزول کی حقیقت اور قدر و قیمت کیا باقی رہ جاتی ہے۔ پھر تو دین و ایمان سب فسانہ و فسوں بن کر رہ جاتا ہے۔ ملائکہ کا یہ تصور اسلام اور قرآن و حدیث کا تصور نہیں بلکہ یہ یونان کے کافر و مشرک فلاسفر سے مستعار لیا گیا ہے۔

تعریف ملائکہ میں مزید تحریف اس کے بعد اب مرزا غلام احمد نے ملائکہ اور آیات مذکورہ کی رجن میں ملائکہ کی گفتگو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے) ایک دوسری تعریف و تفسیر بھی پیش کی ہے، لکھتے ہیں۔

"میری نسبت خدا نے میرے ہی ذریعہ سے براہین احمدیہ میں خبر دی کہ میں آدم کے رنگ پر ایک خلیفہ پیدا کرتا ہوں۔ تب اس خبر کو سُن کر بعض مخالفوں نے میرے حالات کو کچھ اپنے عقائد کے برخلاف پاکر اپنے دلوں میں کہا کہ یا الٰہی کیا تو ایسے انسان کو اپنا خلیفہ بنائے گا کہ جو ایک مفسد آدمی ہے جو ناحق قوم میں پھوٹ ڈالتا ہے اور علماء کے مسلمات سے باہر جاتا ہے تب خدا نے جواب دیا کہ جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں۔ یہ خدا کا کلام ہے کہ جو مجھ پہ نازل ہوا۔ اور درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دنیا نہیں جانتی اور مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو قابل بیان نہیں اور اس زمانہ کے لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ پس یہی معنی ہیں اس وحی الٰہی کے کہ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔"

(تفسیر سورہ بقرہ مذکورہ بالا، صفحہ ۱۱۸۔ منقول از براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۲)۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے جو واقعہ یاد دلایا ہے کہ

جب اس نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں اور فرشتوں نے کہا تھا کہ آپ زمین میں اس کو مقرر کر رہے ہیں جو فساد اور خونریزی کرے گا تو اس میں خلیفہ سے مراد مرزا غلام احمد اور سوال کرنے والے فرشتوں سے مراد مرزا کے مخالفین و معترضین ہیں۔ جن کو اللہ نے یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔ یہ اللہ کا کلام ہے جو مرزا غلام احمد پہ نازل ہوا اور اس میں نعوذ باللہ وہ نکتہ سمجھایا گیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اُمت کے کسی شخص کو معلوم نہ تھا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی آج تک اس آیت کا یہ مفہوم بیان نہیں کیا۔

جنت و آدم کے قرآنی تصور سے انحراف

اب اس کے بعد سورہ بقرہ، آیت ۳۶ کی جو تفسیر مرزا غلام احمد نے کی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کہا:

"اے آدم، تو اور تیری بیوی جنت میں رہو......" اس کی تشریح میں مرزا غلام احمد یوں لکھتے ہیں:

"اے آدم تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے، جنت میں یعنی حیات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ"۔

(تفسیر سورہ بقرہ ادارۃ المصنفین ص ۱۳۵ بحوالہ براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۶ - ۴۹۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

مگر ایک دوسرے مقام پہ لکھتے ہیں:

"اب یاد رہے کہ اس بندہ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیشگوئی کے مطابق بھی ہوئی یعنی میں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا اور یہ الہام کہ یَآ اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئی تھی۔ غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صفی اللہ سے مشابہت دی تو یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانون قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے۔ مجھے آدم کی خو او طبیعت

اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے چنانچہ وہ واقعات جو حضرت آدم پر گزرے منجملہ ان کے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی"۔

(تفسیر سورہ بقرہ مذکورہ بالا صفحہ ۱۳۰ منقول از تریاق القلوب صفحہ ۱۵۴-۱۵۷)۔

حج اجازتِ مرزا کے ساتھ مشروط

ارکانِ اسلام میں سے حج بیت اللہ ایک اہم رکن ہے - قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا (اللہ کا حق ہے لوگوں پر کہ وہ بیت اللہ کا حج کریں، جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو) - تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص صحت اور مال کے لحاظ سے حج پر جانے کے قابل ہو اور رستے میں کوئی ناقابلِ عبور رکاوٹ نہ ہو، تو اُس پر حج فرض ہے۔

لیکن مرزا غلام احمد کہتے ہیں:

"ایک حج کے ارادہ کرنے والے کے لیے اگر یہ بات پیش آجائے کہ وہ اس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس پہلے سے اہلِ اسلام میں انتظار ہے تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا"۔

(تفسیر سورہ آل عمران صفحہ ۱۳۴ - ادارۃ المصنفین، بحوالہ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۷)۔

سخت حیرت و عبرت کا مقام ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی کہ جو مسلمان مجھے دیکھ لے، وہ میری اجازت لیے بغیر حج نہ کرے، نہ قرآن مجید میں ایسی کوئی تصریح بلکہ اشارہ تک موجود ہے، نہ مسیح موعود کا لفظ قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ لیکن جو شخص مسیح موعود ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی ہونے کا مدعی ہے وہ حج کو اپنی اجازت کے ساتھ مشروط کرنے کی ناپاک جسارت کر رہا ہے۔

دوسری طرف مرزا غلام احمد اپنی جماعت کے جلسۂ سالانہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس جگہ نفل حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر

کیونکہ سلسلۂ آسمانی اور حکم ربانی۔"

(آئینۂ کمالات اسلام صفحہ ۳۵۲)

فریضۂ جہاد کی تنسیخ | جہاد و قتال فی سبیل اللہ بھی اسلام کا ایک بنیادی فریضہ ہے۔ جس کی اہمیت قرآن و حدیث میں مختلف مقامات اور متعدد پیرایوں میں بیان فرمائی گئی ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد نے اس کی منسوخی کا اعلان کر دیا۔ حقیقۃ الوحی میں بعض اعتراضوں کے جواب کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"مدافعت بقدر حملہ دشمن ہوتی ہے۔ پس جس قدر انسان پرستوں کو شرک پر غلو ہے وہ غلو بھی انتہاء تک پہنچ گیا ہے۔ اس لیے اب خدا آپ لڑے گا۔ وہ انسانوں کو کوئی تلوار نہیں دے گا اور نہ ہی کوئی جہاد ہوگا۔ ہاں، اپنا ہاتھ دکھلائے گا۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔"

(تبلیغ رسالت، مرزا غلام احمد صفحہ ۱۷)۔

تنسیخِ جہاد کی عجیب توجیہہ | "صحیح بخاری میں مسیح موعود کی صفات میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح موعود جب آئے گا تو جنگ اور جہاد کو موقوف کر دے گا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جب مسیح کی روحانی توجہ سے قہری نشان ظاہر ہوں گے اور لاکھوں انسان طاعون اور زلازل وغیرہ سے مریں گے تو پھر تلوار کے ذریعہ سے کسی کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور خدا اس سے رحیم تر ہے کہ دو قسم کے شدید عذاب ایک ہی وقت میں کسی قوم پر نازل کرے یعنی ایک قہری نشانوں کا عذاب اور دوسرا انسانوں کے ذریعہ سے تلوار کا عذاب اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے کہ یہ دو قسم کے عذاب ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتے۔"

(تجلیات الٰہیہ ص۱۱، مرزا غلام احمد، اشاعت قادیان، ۲۹ رجون ۱۹۲۲ء)۔

یہ ساری تعبیر و تاویل جھوٹ کا پلندا ہے۔ بخاری شریف میں مسیح موعود اور ایسے عذابِ طاعون کا کہیں ذکر نہیں، نہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ طاعون اور "تلوار کا عذاب" ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں یضع الحرب کے الفاظ حضرت مسیح ابن مریمؑ کے متعلق وارد ہیں مگر ان کی تشریح وہیں پر

جاتی ہے کہ حضرت مسیحؑ دجال اور اس کے پیروؤں کو قتل کر کے کفر کے وجود سے دنیا کو پاک کر دیں گے اور لڑائی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قادیانیوں کے لیے کسی قرآن یا بخاری کی کتاب میں مسیح موعود کا ذکر ہو، تو اور بات ہے۔ ہمارے قرآن و حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے کہ حضرت مسیحؑ قتال کے بغیر ہی طاعون کے ذریعہ سے لوگوں کا خاتمہ کر دیں گے۔

برطانوی حکومت سے الہامی وفاداری

جہاد سے اس دستبرداری کا ایک مقصد برطانوی حکومت اور ہر دوسری طاغوتی حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا تھا۔ انگریزوں کی خوشامد میں انہوں نے اپنے بقول اتنی کتابیں لکھیں جن سے پچاس الماریاں بھر سکتی تھیں۔ مرزا غلام احمد کے اپنے الہام کی رُو سے انہیں پناہ دینے والی انگریزی حکومت ہی تھی۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی کے عربی ضمیمہ میں پہلے لکھتے ہیں:

"فاوانا الله الى ربوة (اللہ نے ہمیں ربوہ میں پناہ دی)۔

پھر حاشیے میں ربوہ کی تشریح یوں کرتے ہیں:

"قد قال الله عزوجل فی القرآن واویناهما الی ربوة ذات قرار ومعین۔ ولما جعلنی الله مثیل عیسیٰ جعل لی السلطنة البرطانیه ربوة امن وراحة ومستقرا حسنًا۔

(اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے متعلق فرمایا کہ ہم نے انہیں ایک بلند پرسکون اور چشموں والی جگہ پناہ دی اور مجھے چونکہ مثیلِ مسیح اللہ نے بنایا اس لیے سلطنت برطانیہ کو میرے لیے امن و راحت اور آرام و قرار کا ربوہ بنا دیا)۔

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۵)

مرزا غلام احمد نہ صرف خود انگریزوں کے الہامی وفادار اور نمک خوار رہے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی آئندہ نسلوں پر بھی یہ فرض عائد کر دیا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے ممنون رہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ ابرِ رحمت کی طرح ہمارے لیے انگریزی سلطنت کو دور سے لایا اور وہ تلخی اور مرارت جو سکھوں کے عہد میں ہم نے اٹھائی تھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ آکر ہم سب بھول گئے اور ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکرگزار رہیں۔" روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۱۶۶ (ازالہ اوہام حصہ اول) ناشر شرکت اسلامیہ۔ ربوہ۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مرزا کی نظر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے متعلق ان کی رائے یہ ہے:

"انہوں نے ایک ناجائز اور ناگوار طریقہ سے سرکار انگریزی سے باوجود نمکخوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا۔ حالانکہ ایسا مقابلہ اور ایسا جہاد اُن کے لیے شرعاً جائز نہ تھا کیونکہ وہ اس گورنمنٹ کی رعیت اور ان کے زیر سایہ تھے اور رعیت کا اس گورنمنٹ کے مقابل پر سر اُٹھانا جس کی وہ رعیت ہے اور جس کے زیر سایہ امن اور آزادی سے زندگی بسر کرتی ہے سخت حرام اور معصیت کبیرہ اور ایک نہایت مکروہ بدکاری ہے۔ جب ہم ۱۸۵۷ء کے سوانح کو دیکھتے ہیں اور اس زمانہ کے مولویوں کے فتووں پر نظر ڈالتے ہیں جنہوں نے عام طور پر مہریں لگا دی تھیں کہ انگریزوں کو قتل کر دینا چاہیئے تو ہم بحر ندامت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسے مولوی تھے اور کیسے ان کے فتوے تھے۔ جن میں نہ رحم تھا نہ عقل تھی، نہ اخلاق نہ انصاف۔ ان لوگوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔"

(روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۴۸۹ - ۴۹۰ بحوالہ ازالہ اوہام حصہ دوم)

دعوائے رسالت و نبوت قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری نبی اور رسول اور اُمت محمدیہ آخری ہدایت یافتہ اُمت ہے، اس لیے یہ امر قطعی ممنوع اور ناممکن الوقوع ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے کسی دوسرے شخص کو ازسرِنو نبوت عطا کی جائے، اس پر کلام الٰہی اور وحی نبوت کا نزول ہو، اس کی نبوت کا اقرار جزو ایمان اور انکار موجب کفر ہو۔ مرزا غلام احمد نے اگر نبوت کا دعویٰ نہ کیا ہوتا، تب بھی انہوں نے جس طرح ایمان واسلام کے ارکان میں ترمیم اور نصوص میں قرآن میں تحریف کی ہے، (جس کے کچھ نمونے پیش کیے جا چکے ہیں) یہ تحریف دین ان کی تکفیر کے لیے بالکل کافی تھی۔ مگر انہوں نے نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کر کے اور اس دعوے کو نہ ماننے والوں کو کافر ٹھہرا کر رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ مرزا غلام احمد پہلے تمہیدی دعووں کے ذریعے سے آخری دعوے کے حق میں زمین ہموار کرتے رہے۔ ۱۹۰۱ء تک انہوں نے کھل کر نبوت کے دعوے کی جرأت نہیں کی اور اس کی تو ساتھ تردید بھی کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے صاف طور پر اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اگرچہ اس کے ساتھ ہر دور میں وہ متعدد اقسام کے دوسرے دعوے بھی کرتے رہے اور نبوت کے دعوے کو بھی بعض دوسرے اضافی الفاظ کے غلافوں میں لپیٹنے کی کوشش کرتے رہے تاکہ اُن کے معتقدین آہستہ آہستہ اور بتدریج ان کے نت نئے دعووں کو سہارنے اور ہضم کرنے کے قابل ہو سکیں اور مخالفین میں دفعتہً کوئی شدید اور متفقہ ردِّ عمل پیدا نہ ہو۔ لیکن ان ساری ترکیبوں کے باوجود جس آخری حد تک وہ جا پہنچے ہیں، وہ حد بالکل واضح اور متعین ہے اور اس کے لیے درج ذیل اقتباسات کفایت کرتے ہیں۔

"آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"

(دافع البلاء صفحہ ۱۱ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تو اس آیت کا مصداق ہے،

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله۔"

(اعجاز احمدی صفحہ ۷ مطبوعہ ۱۹۰۲ء) (روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۱۰)

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔"

(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) منقول از روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۱۱۔

اپنے آخری خط مندرجہ اخبار "عام" ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں:

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔"

(روحانی خزائن حصہ سوم صفحہ ۱۱)

مرزا غلام احمد نے ان لوگوں کو صاف اور واضح طور پر کافر قرار دیا ہے جو انہیں نبی تسلیم نہیں کرتے۔ اس کا ثبوت درج ذیل عبارتوں سے فراہم ہو جاتا ہے:

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف

رہے گا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے"۔

(اشتہار معیار الاخیار، مرزا غلام احمد منقول از کلمۃ الفصل مرزا بشیر احمد صفحہ ۱۲۹)

ایک مرید نے پوچھا کہ آیا آپ کی تکفیر کرنے والا اور صرف آپ کو نہ ماننے والا دونوں کافر ہیں ___ آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہوجاتا ہے۔ اس کا جواب مرزا غلام احمد یوں دیتے ہیں:

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھیراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ، یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں۔ ایک خدا پر افترا کرنے والا۔ دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے اس صورت میں نہ میں کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری اُمت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں معراج کی رات میں مسیح ابن مریم کو ان نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دُنیا سے گزر گئے ہیں اور یحییٰ شہید کے پاس دوسرے آسمان میں ان کو دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خبر دی کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے۔ اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لیے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کیے اور آسمان پر کسوف خسوف رمضان میں ہوا۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھیراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو میں بوجہ افترا کرنے کے کافر ٹھیرا۔ کیوں کہ میں ان کی نظر میں مفتری ہوں"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳-۱۶۴)

آگے چل کر مرزا غلام احمد پھر لکھتے ہیں۔

"کفر دو قسم پر ہے۔

(اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

(دوم) دوسرے یہ کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اوّل قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ - ۱۸۰)۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد نے جس نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے، خواہ وہ ان کے بقول ظلی ہو یا بروزی ہو یا اس پر ان کے کہنے کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگی ہوتی ہو، مرزا غلام احمد اور اُن کی تصدیق کرنے والوں کے نزدیک جو شخص بھی اس دعوے کو تسلیم نہ کرے وہ کافر اور غیر مسلم ہے، قیامت کے روز قابلِ مواخذہ اور جہنمی ہے۔ دوسری طرف دنیا بھر کے سارے مسلمانوں کے نزدیک مرزا غلام احمد کو سچا سمجھنے والے اور اُن کے دعاوی کی تصدیق کرنے والے سب لوگ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے بعض فرقے یا گروہوں (مثلاً شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی) کے بعض افراد بھی ایک دوسرے کی تکفیر کر بیٹھتے ہیں (جس سے ہمیں اتفاق نہیں ہے)، لیکن ان میں سے کوئی شخص اپنے کسی منصب یا دعوے کے انکار کو بنائے تکفیر نہیں بناتا، نہ یہ کہتا ہے کہ اس پر اللہ کی وحی یا الہام نازل ہوا ہے۔

مسلمانوں کے متعلق فتوی مسلمانوں کے متعلق مرزا غلام احمد اور ان کے بیٹوں کے جو عقائد و تصورات ہیں، ان کا مزید اندازہ ذیل کے اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنے ایک لڑکے مرزا بشیر احمد (ایم۔ایم۔احمد کے والد) کو ایک وحی کی بنا پر قمر الانبیاء کا خطاب دیا ہے۔ مرزا البشیر احمد مذکور لکھتے ہیں:

"ہر ایک ایسا شخص جو موسٰی کو مانتا ہے مگر عیسٰی کو نہیں مانتا یا عیسٰی کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۰، مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی مندرجہ ریویو آف ریلیجنز)

یہی مرزا البشیر احمد آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں، ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔"

(کلمۃ الفصل صفحہ ۱۹۶ مندرجہ از ریویو آف ریلیجنز)

مرزا البشیر الدین محمود جو مرزا غلام احمد کے دوسرے لڑکے اور خلیفہ ہیں، لکھتے ہیں:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

(آئینہ صداقت مصنفہ مرزا البشیر الدین محمود احمد۔ خلیفہ قادیان صفحہ ۳۵)۔

مرزا بشیر الدین کی دو تقریریں ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء اور ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء کے الفضل میں شائع ہوئی ہیں جو علی الترتیب درج ذیل ہیں:

"حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ اُن کا یعنی مسلمانوں کا، اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور، اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔"

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔"

اتنی بحث سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا اختلاف نہایت کلی، بنیادی اور اصولی اختلاف ہے۔ یہ کفر و اسلام کا اختلاف ہے۔ اس کا حل اور تصفیہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور اُن کی حیثیت اور تعداد کے لحاظ سے ان کے حقوق اور ان کی مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کے حدود متعین کیے جائیں۔